OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 www.arjish.com ISSN (PRINT): 2707-1200
DOI: https://doi.org/10.53575/u6.v7.01(22)49-57

خیال آفاقی کی ناول نگاری کا کرداری اور مکالماتی مطالعہ

Character and Conversational Study of Khayal Afaqi's Novel Writing

Muhammad Sabeer
Ph.D, Scholar Urdu, Hazara University Mansehra.

Dr. Mutahir Shah
Assistant Professor, Department of Urdu, Hazara University Mansehra.

Received on: 08-01-2022 Accepted on: 10-02-2022

Abstract

KhyalAfaqi has a distinct and sublime place in urdu novelists. His novels are fine specimen of his work. The plots, characters, setting and dialogues have been manifested in such ways that these elements presents realism. His characters, actions, voices, manners, gestures, language and movement are like daily routine life that can be found every society. The novelist Khyal Afaqi has a firm held over the art of characterization. His characters help him to convey the message well. The characters play vital role in the execution of plots in his novels. He has not only present the characters in a good ways but also write dialogue in sophisticated language. There is no unnecessary conversation. The talk among the characters are precise, decent and comprehensive, so that the language in the novels of khyalAfaqi well suits to the characters.

Keywords: Khayal Aafaqi, Navel, Fiction, Urdu, Artistic Study

خیال آفاقی کا شمار اُردو ادب کے اہم فکشن نگاروں میں ہوتا ہے۔اُن کے ناول،افسانے اور ڈرامے فن کے عمدہ نمونے ہیں۔اُن کے ناول اعلیٰ درجے کے ناول ہیں۔ ناولوں کے پلاٹ، یعنی ترتیب قصہ نہایت باقاعدہ، منظم اور مربوط ہوتا ہے۔ناولوں میں شروع سے آخر تک ربط و تسلسل ہوتا ہے، بلکہ ربط اور تسلسل کی ایک فضاد کھائی دیتی ہے، جس سے واقعات دلچسپ ہوتے ہیں۔ناولوں کے کردار دھندلے نہیں ہوتے بلکہ واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ خیال آفاقی اپنے ناولوں کے کرداروں میں فطرتِ انسانی کی اعلیٰ تصویر اور مثال قائم کرتے ہیں۔ناول کے بنیادی اجرائے ترکیبی میں کردار نگاری کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ وہ اشخاص جو ناول میں اپنے عمل اور قول سے کہانی کو آگے بڑھاتے ہیں، کردار کہلاتے ہیں۔ کہانی کرداروں کے بغیر نہ تو آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ ہی وجود میں آسکتی ہے۔پریم چند کرداروں کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"میرے نزدیک ناول کا اصل مقصد،انسانی کردار کو واضح کرنا،ان کی مصوری کرنا اور انسانوں کے اسرار کو کھولنا ہے۔"(۱)

وہ اپنے ناولوں ناولوں میں کرداروں کے بہترین نمونے پیش کرتے ہیں، جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ خیال آفاقی ہمیشہ قاری کو سامنے رکھ کر

کرداروں کی تخلیق کرتے ہیں۔ڈاکٹر سراج، حشمت خان، منّی، منٰی، ادا، نامی، صابرہ اور آسیہ اردو فکشن کو ان کے ناقابل فراموش تحفے ہیں۔
بہترین کردار وہی فن کار تخلیق کر سکتا ہے جو غیر معمولی ذہانت رکھتا ہو، انسانی نفسیات پر جس کی گہری نظر ہو اور جس کا تجربہ وسیع ہو۔خیال آفاقی نے اپنے تجربات اور اپنی ذہانت کے سبب سچے، پاکیزہ، عظیم اور لافانی کردار تخلیق کیے ہیں۔اگر اردو ناول نگاری میں کرداروں کا جائزہ لیا جائے تو بہت کم کردار ایسے ملتے ہیں، جنہیں تادیر یاد رکھا گیا ہے۔ مثلاً امراؤ جان ادا، مرزا ہادی رسوا کا ایک ایسا کردار ہے جو برسوں گزرنے کے باوجود آج بھی زندہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کردار خود ہی ناول کی روح تھا۔اس طرح سرشار کا مشہور زمانہ کردار خوجی جو اب تک لوگوں کو یاد ہے۔اس طرح کا ایک کردار منّی خیال آفاقی کے ناول "پیا سادریا" کا ہے، جو حقیقت اور افسانے کا ایک خوب صورت سنگم ہے۔ منّی معصوم بھی ہے اور بھولی بھی ہے۔یہ پاکیزہ سیرت رکھنے ولی ایک خداپرست لڑکی ہے۔خیال آفاقی ایک جگہ اس کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:

"وہ مقبرہ پر آئی اور سیدھی اندر داخل ہو گئی۔اس کے محلے کے لڑکوں نے جیسے ہی اسے دیکھا بلند آواز سے کہنے لگے،
منّی باجی آ گئیں، منّی باجی آ گئیں۔عورتیں جو اُسے جانتی تھیں اُس کے لیے رستہ چھوڑ دیا۔وہ کسی طرف توجہ دیئے بغیر نانی اماں کے مزار کی طرف بڑھی اور سیدھی کھڑی ہو کر فاتحہ پڑھنے لگی۔"(۲)

اردو ناول میں اگر زندہ اور جان دار کرداروں کا جائزہ لیا جائے تو بہت کم کردار ایسے نظر آتے ہیں جنہیں ہم امر کہہ سکتے ہیں۔ہم اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کر سکتے کہ اردو ناول میں کئی جاندار کردار ہیں، جنہیں ناول کی روح کہا جا سکتا ہے۔آج بھی جب ان ناولوں کو ہم پڑھتے ہیں، تو بیشتر کردار اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ایسا ہی ایک کردار خیال آفاقی کے ناول "ادا" کا ہے۔ناول کی نسبت سے اس کردار کا نام بھی "ادا" ہے۔یہ کردار ایک ناقابل فراموش کردار ہے۔یہ کردار اپنی عمدگی، لطافت اور طرح داری کے لحاظ سے غیر حقیقی تو دکھائی دیتا ہے، لیکن جو حقیقت اس کردار سے عیاں ہوتی ہے، اُسے نہیں جھلایا جا سکتا۔ایک موقع پر یہ کردار یوں مخاطب ہے:

"پروفیسر بے چارہ دنیا کی رسم و رواج کی طرح رشتہ مانگنے گیا۔ بابا نے منظور کر لیا اور تو نے بھی تو اس وقت یہ نہیں کہا کہ اپنے جیون ساتھی کو دیکھنا چاہتی ہوں، اقرار کر لیا۔شادی ہو گئی اور اب یہ تیرا نصیب ہے، اس میں نہ کسی کو دھوکا باز ٹھہرایا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی سے شکوہ شکایت ہو سکتی ہے۔اس لیے کہ ہونے والی بات ہو گئی۔اب رونے سے نہ حالات بدل سکتے ہیں اور نہ شکوہ شکایات سے حقیقتیں تبدیل ہوتی ہیں۔"(3)

ہر شخص میں اچھائی اور برائی شیر و شکر ہوتی ہیں۔یعنی کوئی شخص نہ صرف نیک ہوتا ہے اور نہ صرف بد۔اگر اس انداز سے ہم موصوف کے ناولوں کا مطالعہ کریں اور ان کے کرداروں کو دیکھیں تو وہ اردو کے ابتدائی ناول نگاروں کے کرداروں کی طرح فرشتے بھی نہیں اور شیطان بھی نہیں۔بل کہ اس پانی اور مٹی کے جہاں کے اٹھتے، بیٹھتے اور گھومتے پھرتے انسان ہیں۔
خیال آفاقی نے اپنی مہارت سے ایسے کردار تخلیق کیے ہیں، جو اعلیٰ اور حقیقی دنیا سے لیے گئے ہیں۔ان پر اصلیت کا دھوکا ہوتا ہے۔ایک بار ناول کے مطالعہ سے ہم ان کرداروں سے اتنے مانوس ہو جاتے ہیں کہ ایک طویل مدت تک ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ کردار ہمارے

ساتھ رہے ہیں۔ کبھی بھی اُن کے خیالی یا فرضی ہونے کا احساس نہیں ہوتا اور نہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ محض مصنف کی جنبشِ قلم سے وجود میں آئے ہیں۔ اُنھوں نے بہت سے ایسے کردار تخلیق کیے ہیں، جو ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ اس لیے اُن کی کردار نگاری قابل رشک ہے۔ آسیہ ناول "لوٹ آؤ" کا ایک ایسا ہی کردار ہے۔

خیال آفاقی نے آسیہ کو ایک پاکیزہ سیرت لڑکی کے روپ میں پیش کیا ہے۔ وہ صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے۔ اُنھوں نے اُسے ہمارے معاشرے کی لڑکیوں کے لیے بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ ایک جگہ اس کے کردار کو یوں واضح کرتے ہیں:

"صبح ہو چکی تھی، لیکن سیلون ولا لاج کے مکین ابھی تک اپنے اپنے ایئر کنڈیشن کمروں میں خاموش لیٹے ہوئے تھے، لیکن ملازمین صبح کا ظہور ہوتے ہی مختلف کاموں میں لگ جاتے تھے۔ آسیہ حسبِ معمول اذان کے فوری بعد اپنے بستر سے اُٹھی اور ایک دم وضو کر کے خدا کو یاد کرنے لگی۔ اس کے بعد کچن کی طرف گئی اور پھر بیگم صاحبہ اور ان کے شوہر کے لئے ناشتہ لایا اور اُن کے روم میں پہنچ گئی تھی۔"(۴)

ان کے ناولوں کے کردار ہماری ہی طرح کے لوگوں کی طرح ہیں۔ خیال آفاقی کے کرداروں کی اصل بات، جس سے ان کے قارئین بہت متاثر ہوتے ہیں، وہ یہ ہے کہ ان کرداروں کا قول و فعل، عادات، طور طریقہ اور گفتگو کا انداز ہماری روزمرہ زندگی کی طرح ہوتا ہے۔ اُنھیں اپنے کرداروں پر مکمل گرفت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے کرداروں کی مدد سے نہ صرف اپنا مقصد پیش کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں بل کہ کہانی کو بھی کامیابی سے اختتام تک لے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر شمع افروز زیدی کرداروں کے بارے میں لکھتی ہیں:

"کردار ناول کی جان ہوتے ہیں۔ قاری ناول کے اگر کسی عنصر کو تادیر یاد رکھتا ہے، تو وہ اس کے کردار ہوتے ہیں۔ کرداروں کو وہ کبھی نہیں بُھلا سکتا کیونکہ ناول نگار اپنی محنت سے ان کو زندہ جاوید بناتا ہے۔"(۵)

خیال آفاقی کے ناولوں کے کردار ہر انسان کی طرح کچھ انفرادی اور ذاتی خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں۔ ہر مقام پر اور ہر جگہ اِن کرداروں کی انفرادیت کھل کر سامنے آتی ہے۔ یہ کردار اپنے کریکٹر اور شخصیت کی وجہ سے جہاں بھی ہوتے ہیں صاف نظر آتے ہیں اور دیگر کرداروں سے الگ تھلگ دکھائی دیتے ہیں۔ خیال آفاقی جس وقت کسی کردار کی شخصیت میں کوئی منفرد تبدیلی دکھانا چاہتے ہیں، تو وہ حالات وواقعات کا منطقی نتیجہ ہوتی ہے اور اس وقت اس کا انداز قدرتی ہوتا ہے۔ دفعتاً اور یک لخت کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ یہی خوبیاں اِن کے کرداروں کو فطری اور حقیقی بناتی ہیں، جس کی وجہ سے ان میں مصنوعی پن دکھائی نہیں دیتا۔ وہ اپنے ناولوں کا ارتقا، تدریجی اور فطری انداز میں دکھاتے ہیں تاکہ ناول حقیقت میں ہماری اصل زندگی کا عکس بن سکے۔ وہ اس بات کا خاص خیال رکھتے ہیں کہ جس معاشرے کی کہانی بیان کی جائے، کردار بھی اِسی معاشرے سے منتخب کیے جائیں۔ وہ ہمیشہ اپنے ناولوں میں تراشے ہوئے کرداروں کو سرخرو اور فتح یاب ہوتے ہوئے دکھاتے ہیں۔ ایک کردار کی یہ گفتگو ملاحظہ ہو:

"میں نے خوف زدہ ہو کر سوچا نہیں، نہیں ابھی تو مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔ مدتوں سے اپنا کیریئر سنوارنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ دِن کے اجالے اور رات کی تاریکی میں محنت کی۔ جو امتحان دیا اس کی تیاری میں کیا کچھ دماغ سوزی نہیں کی۔۔۔ دل دھڑکتے ہوئے نتیجے کا انتظار کیا۔

میرے پاس تو کوئی نیکی نہیں تھی۔ماں جی کی دعائیں کام آ گئیں کہ کامیاب ہو گیا۔"(٦)

خیال آفاقی کے کرداروں سے کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔ وہ ہم جیسے ہی انسانوں کے نمونے ہوتے ہیں اور ہماری ہی مثل خوبیوں اور خامیوں کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ کردار ہماری ہی طرح دُکھ سُکھ اور آرام وچین کا شکار ہوتے ہیں۔ ہماری طرح جیتے اور مرتے ہیں۔اِن باتوں ہی کی وجہ سے ہمیں اُن کے کرداروں سے ہمدردی اور دلچسپی ہوتی ہے۔ڈاکٹر محمد یٰسین کرداروں کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"ناول کے ڈھانچے میں قصہ، کہانی اور واقعہ کی دلچسپی ایک اہمچیز سمجھی جاتی ہے، لیکن درحقیقت کریکٹرز اور لوگوں کے افسانوں سے ہی ناول نگار زندگی کے اکثر پہلو نمایاں کرتا ہے اور زندگی کے فلسفے حیات کا اظہار بھی بڑی حد تک کرداروں کے ذریعے سے ہوتا ہے۔"(٧)

اگر یہ کہا جائے کہ خیال آفاقی انسانی شبیہ ہی کی طرح اپنے ناولوں کے کردار تراشتے ہیں، یہ غلط نہیں ہو گا۔ان کے کرداروں میں ہم اپنے ہی طرح کے انسان دیکھتے ہیں۔اُنھوں نے اپنے تخیل سے ناولوں کے کریکٹرز کو بہترین نمونے کے طور پر پیش کیا،اس طرح ابہتً سے اوصاف جو انسانوں میں بہت کم موجود ہوتے ہیں وہ ان کے کرداروں میں وافر مقدار میں دکھائی دیتے ہے۔ ناول "پیاسا دریا" میں دادی نوراں ایک مثالی کردار ہے، جس کی بابت وہ لکھتے ہیں:

"دادی نوراں ایک مثالی عورت تھی۔اس نے خاوند کے انتقال کے بعد باقی زندگی اس طرح گزاری کہ اس کی پوری زندگی دیگر عورتوں کے لیے ایک زندہ اور مثالی نمونہ بن گئی۔ہزاروں مصیبتیں آئیں۔ زمانے نے آنکھیں بدلیں، تقدیر نے ہاتھ دکھائے، وقت کی نیرنگیوں نے ستایا ، لیکن اس کے پایۂ استقامت میں کمی نہیں آئی۔اس نے بڑے استقلال اور ہمت سے ہر مشکل اور مصیبت کا مقابلہ کیا۔"(٨)

بہت سی خوبیاں اور خصوصیات جو اکثر انسانوں میں پائی جاتی ہیں، وہ تمام کی تمام خیال آفاقی بعض اوقات ایک ہی کردار میں دکھا دیتے ہیں۔، اس طرح ان سے ہر شخص اپنے اپنے حصے کا کچھ نہ کچھ پالیتا ہے۔وہ ان کمزوریوں کو بھی نمایاں کرتے رہتے ہیں۔ جو ہمارے نوجوانوں میں اکثر پائی جاتی ہیں اور ان کو دور کرنے کا ماحول پیدا کرتے ہیں۔ آج کل زیادہ تر نوجوان پڑھنے سے جی چراتے ہیں۔ مطالعہ سے کتراتے ہیں، بے قراری اور بے چینی کا شکار رہتے ہیں۔ایک ناول کا کردار "خیال" ان نوجوانوں کی زندہ مثال ہے۔

"رات کو بستر پر جانے سے پہلے کتاب کھول کر بیٹھا لیکن پڑھنے میں بلکل دل نہیں لگا، لکھنا چاہا مگر لکھا نہ گیا، نہ ذہن کچھ قبول کرتا تھا اور نہ فکر میں یک سانیت۔ دل و دماغ دونوں ہی اس طرف مائل نہیں ہو رہے تھے، تو لائیٹ آف کر کے لیٹ گیا۔ سونے کی کافی کوشش کی، آنکھوں میں نیند بھی دور دور تک نہیں تھی۔دل میں عجیب سی بے اطمینانی اور بے سکونی تھی۔ سوچا باہر جا کر ٹہلا جائے لیکن اعصاب پر بری طرح تھکن سوار تھی۔ آخر اسی طرح بے خواب آنکھیں بند کیے پڑا رہا۔"(٩)

خیال آفاقی کے ناولوں میں بہت زیادہ کردار نہیں ہیں۔ تھوڑے تھوڑے کرداروں سے انہوں نے ناولوں کی طویل کہانیوں کو کامیابی سے اختتام تک پہنچایا ہے۔اُن کے ناولوں میں کئی کردار ایسے ہیں کہ ہم اگر اُن کو ایک ایک کر کے اُن کی تمام تر شخصیت کے ساتھ پیش کریں، تو وہ تادیر ذہن و خیال میں اپنا وجود قائم رکھ سکتے ہیں۔اُن کے کرداروں میں فطرتِ انسانی کی اعلیٰ تصویر موجود ہوتی ہے اور وہ اپنے ناولوں میں

عظیم کرداروں کے ذریعے فطرتِ انسانی کی اعلیٰ تصویر کشی کرتے ہیں۔اسی لئے خیال آفاقی کی کردار نگاری کو ایک کامیاب کردار نگاری کہا جا سکتا ہے۔

مکالمہ نگاری بھی ناول کی کامیابی اور ناکامی میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ناول کے اجزائے ترکیبی میں مکالمہ ایک اہم جزو ہے۔ناول وسیع کینوس کا حامل ہوتا ہے،اس لیے اس میں کرداروں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے اور یہ کردار الگ الگ نفسیات رکھتے ہیں۔لہذا وہ جو بولتے ہیں اور جس زبان میں بات کرتے ہیں،وہی بول چال اُن کی شخصیت کو واضح کرتی ہے اور اُن کی نفسیات کو ظاہر کرتی ہے۔اس لیے اُسی ناول نگار کو کامیاب ناول نگار کہا جا سکتا ہے،جو اپنے کرداروں کے منہ میں اپنی زبان نہیں ڈالتا بلکہ خود اپنے کرداروں ہی کی زبان میں بات کرتا ہے، لیکن کبھی کبھی ضرورت اور مصلحت کے تحت اپنے خیالات کا اظہار بھی کر دیتا ہے۔

اس بیان کی روشنی میں اگر ان کے ناولوں میں مکالمہ نگاری کا جائزہ لیا جائے،تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ اُن کے ناولوں کے اجزائے ترکیبی میں مکالمے بہت اہم دکھائی دیتے ہیں۔اُن کے ناول "راج گھرانہ" میں ایک کردار سارہ اپنے بے گناہ شوہر سے جیل میں ملاقات کے لئے یوں تشریف لاتی ہے کہ اپنے معصوم بچے کو بھی ہمراہ لائی ہے۔خاوند بچے کے نام کے بارے میں بیوی سارہ سے دریافت کرتا ہے۔یہاں میاں اور بیوی کے درمیان جو مکالمہ ہوتا ہے،وہ انتہائی عمدہ اور جاندار ہوتا ہے۔یہ مکالمہ ملاحظہ ہو:

"بچے کا کوئی نام رکھا ہے۔

تمہارے بغیر۔

پھر بھی کوئی تو سوچا ہوگا۔

نہیں یہ صرف تمہارا حق ہے،اور تم ہی اس کا کوئی نام رکھو گے۔

صحیح کہہ رہی ہو سارہ۔

جی ہاں،بچوں کے نام باپ سے چلتے ہیں اس لئے تم نام رکھو گئے۔"(۱۰)

خیال آفاقی اس طرح کے مکالموں اور بات چیت کے ذریعے اپنے کرداروں کے دلوں کا حال بیان کرتے ہیں اور اس طرح کی گفتگو سے ہی وہ اپنے ناولوں کے قصوں کو آگے لے جاتے ہیں۔مکالموں کے سلسلے میں اُنھوں نے بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ڈاکٹر محمد اشرف کمال مکالموں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ایک کامیاب فکشن نگار اور ناول نگار کے لیے لازمی ہے، وہ مکالمے لکھتے وقت ان کے بولنے والوں کی معاشرتی حیثیت اور اِن کے سماجی مرتبے کو ذہن میں رکھے۔"(۱۱)

خیال آفاقی کے کرداروں کے درمیان مکالمے بے وجہ طور پر طویل نہیں ہوتے، جس کی وجہ سے پڑھنے والا اُنھیں پڑھنے میں دقت محسوس نہیں کرتا اور نہ ہی مطالعہ کے دوران اکتاہٹ کا شکار ہوتا ہے۔مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے مکالمے اپنے اندر وسعت اور جامعیت

رکھتے ہیں اور یہ مکالمے پُر زور اور بامقصد ہوتے ہیں۔ اُن کے مکالموں کی ایک خوبی یہ ہے کہ گفتگو اور بات چیت جس کردار کی زبان سے ادا ہو رہی ہوتی ہے، اسی کے حسبِ حال ہوتی ہے۔ یہ مکالمے اپنے کرداروں کی ذہنی کیفیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی کردار خوشی کی حالت میں بات کر رہا ہو تو کردار کا طرز بیان مختلف دکھائی دیتا ہے اور غم کی کیفیت میں کچھ الگ ہوتا ہے۔ معصوموں کی گفتگو سے اُن کی معصومیت صحیح طرح سے دیکھی جاسکتی ہے۔ ملازم اور نوکر کی باتوں سے غلامی واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ ماں، باپ، بیٹی، بیٹا، بہن اور بھائی سب کا اپنا اپنا انداز ہے۔ مکالمے کرداروں کے حسبِ حیثیت اور فطری ہیں۔ ناول "راج گھرانہ" کا یہ مکالمہ پیش ہے۔ ایک لڑکا نوکری کے لیے ایک جگہ جاتا ہے:

"مجھے ملازمت چاہیے۔

کس قسم کی ملازمت؟

میں تعلیم یافتہ ہوں، آخری سال ہے انجنیئرنگ میں

ہمارے پاس ڈاکٹروں اور انجنیئروں کے لیے کوئی ملازمت نہیں۔

پھر کن لوگوں کے لیے جگہ ہے۔

راج، درزی، مستری، لوہار، دھوبی، اور کک۔" (۱۲)

اُنھوں نے مکالمہ کو فطری انداز میں پیش کرنے کے لیے مختلف طریقے اپنائے ہیں۔ کہیں کرداروں سے گفتگو کراتے ہوئے ان کے لب ولہجہ کو مقامی بولی میں پیش کیا ہے۔ خیال آفاقی نے پوری کوشش کی ہے کہ مکالمے فطری اور قدرتی انداز میں دکھائی دیں۔ کرداروں کے عقائد و نظریات، خیالات وجذبات اور دلی احساسات سے واقفیت ان کے مکالموں کے ذریعے ہی ہوتی ہے۔ خیال آفاقی نے اپنے ناولوں میں جو کردار پیش کیے ہیں، وہ ہماری ہی طرح کے انسان ہیں اور ہماری زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ ایسی گفتگو کرتے نظر آتے ہیں جو ہم آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ایک ناول میں باپ اور بیٹی کے درمیان بات چیت دیکھئے۔

"صبح بخیر! اُس نے خوابدہ سی آواز پر چونک کر دیکھا عطیہ خاموش چہرہ لیے اُس کے قریب آپہنچی تھی۔

جیتی رہو بیٹی، پروفیسر شفقت سے بولے۔ عطیہ تم ابھی اُٹھی ہو میں سمجھا تھا۔۔۔

سو رہی ہوں! عطیہ والد کے بولنے سے پہلے ہی بول اٹھی۔

ہاں۔

ہاں جس وقت بھی میں اپنے روم میں ہوتی ہوں، ہمیشہ ڈیڈی یہی سمجھتے ہیں کہ میں سو رہی ہوں۔

ہاں جب میں سو رہا ہوتا ہوں تو تم یہ سمجھتی ہو کہ میں جاگ رہا ہوں۔" (۱۳)

بعض اوقات خیال آفاقی نے اپنے مقصد کی تبلیغ کے لیے بھی مکالموں کو ہی استعمال کیا ہے اور اپنے کرداروں کی زبان سے اپنے عقائد و

نظریات کا اظہار بھی کیا ہے۔ اُنھوں نے مکالموں کے ذریعے معاصر حالات و نظریات پر بحث بھی کی ہے اور اپنے کرداروں کا تجزیہ بھی۔ اُن کے مکالموں کا حسن اور خوب صورتی کرداروں کی سیرت کی تشکیل میں انتہائی معاون اور مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ممتاز خان مکالمے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"مکالمہ بھی بیانیہ کی طرح طاقت رکھتا ہے، بل کہ بعض اوقات یہ قصے کو آگے بڑھانے، نقطہ عروج کو لانے، تینوں زمانوں کو ایک ہی وحدت میں دکھانے اور فکر و فلسفیانہ گوشے اجاگر کرنے کا کام بیانیہ کے مقابلے میں زیادہ تیز رفتاری سے انجام دیتا ہے۔"(۱۴)

خیال آفاقی عام انسانوں اور کرداروں کی نفسیات سے مکمل آگاہی رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے کرداروں سے ان کی عمر، ذہنی کیفیت، سماجی حالت، طبیعت، شخصیت، موقعہ اور محل کے مطابق گفتگو کراتے ہیں۔ اردو کے ایک اہم نقاد مکالموں کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں:

"کرداروں کی خصوصیات اور ان کے رجحانات سے ہمیں جتنی واقفیت مکالمے کے ذریعے ہوتی ہے اور کسی طرح ممکن نہیں۔ وہ ان کے میلانات و داعیات کو زیادہ سے زیادہ واضح کرتے اور ان کی شخصیت پر سے بہت سے پردے اٹھا دیتے ہیں۔"(۱۵)

خیال آفاقی کے کرداروں سے واقفیت کی بنیادی وجہ اُن کے جان دار مکالمے ہیں۔ کرداروں کی گفتگو ہی ہمیں اُن کی حالت اور کیفیت سے آگاہ کرتی ہے۔ وہ اپنے ناولوں کو مختصر، برجستہ، چست، دلچسپ اور دل کش مکالموں سے کامیاب بناتے ہیں۔ کردار کا جس طبقہ سے تعلق ہوتا ہے، وہ گفتگو بھی اسی طبقے کی مناسبت سے کرتا ہے۔ جیسے روزمرہ زندگی میں ہم چھوٹے چھوٹے بیانات اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے لئے بولتے ہیں، اسی طرح خیال آفاقی بھی اپنے کرداروں کے مکالموں کو ایک معقول حد تک رکھتے ہیں۔ ان کے ایک ٹیگی ناول میں کرداروں کے درمیان یہ گفتگو ملاحظہ ہو:

"لیڈی ڈاکٹر، ہاتھ میں ایک رپوٹ لے آتی ہے اور رنج والم میں ڈوبے ہوئے خان جی کے پاس آکر مسرت انگیز لہجہ میں کہتی ہے۔

مبارک ہو خان جی!

مبارک؟ کس بات کی

ہاں! آپ نو ماہ بعد نانا بن جائیں گئے۔

کیا کہہ رہی ہو ڈاکٹر؟ کچھ سمجھاؤ تو سہی۔

میں نا سمجھ کیا سمجھا سکتا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے منٰی بچ گئی۔

بچ گئی۔

ہاں یہ دیکھو، سب ٹیسٹ کلیئر ہیں۔

(۱۶)"

خیال آفاقی کے ناولوں میں مکالموں نے وہی حیثیت اختیار کرلی ہے جو باغ میں پھولوں کی ہوتی ہے۔ کرداروں کے مکالمے اکثر کہانی کو آگے بڑھانے، نقطہ عروج کو لانے، فکر اور فلسفیانہ گوشوں کو اجاگر کرنے کا کام انجام دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے یہاں مکالمے پڑھنے والوں کو اپنے ساتھ بہالے جاتے ہیں اور قارئین کی فہم و فراست کو تیز کرنے کا سبب بھی بن جاتے ہیں۔ ایسے ناول بھی ہیں جو مکالمے پر ختم ہوتے ہیں، جیسے "اے جذبۂ دل گر تو چاہے"، "ادا" اور "امن کا پرچم وغیرہ"۔ خاتمہ مکالمے پر ہونے کی وجہ سے یہ ناول مزید گہرا تاثر پیش کرتے ہیں۔

خیال آفاقی مکالمہ نگاری میں بھرپور مہارت رکھتے ہیں، ایسی مہارت اردو ناول نگاری میں بہت کم ناول نگاروں کو حاصل ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اُنھوں نے کئی کتب محاکاتی انداز میں تحریر کی ہیں، اس کے علاوہ وہ ایک کامیاب ڈراما نگار بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں اور اُنھیں خوب اندازہ ہوتا ہے کہ کس کردار کی زبان سے کیا مکالمہ ادا ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کا تعلق درس و تدریس کے مقدس پیشے سے رہا ہے، اس لیے انسانی نفسیات سے پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ ان کے کرداروں کے مکالمے سنتے ہی ہمیں بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس مکالمے کو کون ادا کر رہا ہے، اس کا ذہنی مزاج کیسا ہے اور اس کا تعلق کس طبقے سے ہے۔ ناول "اڑتا رہے آنچل" کا یہ مکالمہ پیش ہے، جو ایک سرمایہ دار گھرانے کی لڑکی اور اُس کی بوڑھی ملازمہ کے درمیان ہے۔ بوڑھی ملازمہ نے لڑکی کی والدہ کے انتقال کے بعد اُس کی پرورش کی تھی:

"روئیں تمہارے دشمن بیٹی، بڑھیا جلدی سے بولی۔ خدا کرے ساری زندگی یوں ہی ہنستے کھیلتے گزارو۔

اچھا اب یہ سڑی سڑائی باتیں چھوڑو اور جلدی سے میرے لیے کھانے کا بندوبست کرو۔

نہاؤ گی نہیں۔

ہیں میں کپڑے بدلتی ہوں، تم میرے لیے کھانا نکلواؤ۔ یہیں کھاؤ گی بٹو کہ ڈائننگ روم میں۔" (۱۷)

خیال آفاقی کا کمال یہ ہے کہ اُن کے ناولوں کے کردار وہی مکالمے ادا کرتے دکھائی دیتے ہیں، جو اُس سے مکمل مطابقت رکھتے ہیں۔ بعض جگہ کرداروں کے درمیان شاعری کے انداز میں دل کش گفتگو ہوتی ہے، کئی کرداروں کی گفتگو سے عیاری اور مکاری عیاں ہوتی ہے۔ بعض جگہ انہوں نے مطلب اور مقصد کو پوری طرح واضح کرنے کے لئے کرداروں کی گفتگو کو طویل کر دیا ہے، جس سے مکالمے میں طوالت نظر آنے لگتی ہے لیکن طویل ہونے کے باوجود یہ مکالمے بھدے اور برے نہیں لگتے، بلکہ دل چسپ، بر محل اور موقع محل کے مطابق ہیں۔ بعض جگہ گفتگو طنزیہ ہونے کے باوجود دل چسپ ہے۔ مختصر یہ کہ شاندار، فطری اور متنوع مکالموں کے لیے خیال آفاقی کا نام ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

حوالہ جات

References

1. Prem chand, novel ka fun, anjuman taraqi-e-urdu, Karachi, 1981, safa number 209
2. khayal afaqi, piyasa darya, aehbab-e-adab, Karachi, 1995, safa number 180.
3. khayal afaqi, adaa, taskeen-e-adab, Karachi, 1969, safa number 235.

4. khayal afaqi, laut aao, aehbab-e-adab, Karachi, 1995, safa number 18.
5. Dr.shamah afroz zaidi, urdu novel mein tanz-o-mazah, progressive books, Lahore, 1988, safa number 9
6. khayal afaqi, maah naama, deebaaj, Karachi, May 2015, safa number 12.
7. Dr Muhammad Yassin, novel ka fun aur nazriya , khuda bakhsh oriental library, patna, 2005, safa number 13.
8. khayal afaqi, piyasa darya, safa number 7.
9. khayal afaqi, aashnaa, sheerein adab, Karachi, 1980, safa number 226.
10. khayal afaqi, raaj gharaana, nigaar shaad publishers, Lahore, 1998, safa number 291.
11. Dr. Muhammad Ashraf kamal, urdu novel tareekh-o-irtiqah, rang-e-adab publications, Karachi, 2018, safa number 19.
12. Khayal afaqi, raaj gharaana, safa number 23. 13.khayal afaqi, zartaash, ahsan-e-shikwa, Karachi, 1968, safa number 308.
14. Dr, Mumtaz ahmad khan, azaadi ke baad urdu novel, anjuman taraqi-e-urdu, Karachi, 2008,safa number 3.
15. Dr. Sohail bukhari, urdu novel nigari, maqtaba-e-jadeed, Lahore, 1990, safa number 22.
16. Khayal afaqi, ae jazbe-e-dil gar tu chahe, zafar academy, Karachi, 2015, safa number 83.
17. Khayal afaqi, urta rahe aanchal, dataari publication, Lahore, 1982, safa number 23.